ڈاکٹر محمد طاہر ملک
شعبہ معارف اسلامیہ کراچی یونیورسٹی

# جہاد کی حکمت شاہ ولی اللہ کی نظر میں

معاشرہ میں جو خرابیاں پیدا ہوتی ہیں اس کے تین عوامل ہوتے ہیں، پہلا عامل فاسد رسم ورواج ہے [1] اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ سرداری کی باگ ڈور کسی قوم یا ایسی جماعت کے ہاتھ میں چلی جاتی ہے جس کے پاس عقل کلی اور مصالح کلیہ کا کوئی بقیہ اور حصہ موجود نہیں ہوا کرتا اور اس لئے وہ نہایت تیزی سے درندگی، شہوانی، نفسانی، شیطانی اعمال کی طرف دوڑ پڑتی ہے اور عام طور پر ان اعمال رائج کردیتی ہے اور "الناس علی دین ملوکہم" کے مطابق عام لوگ ان کی سرداری اور اقتدار کی وجہ سے بلا سوچے سمجھے ان کی اقتداء اور پیروی میں لگ جاتے ہیں [2]۔

دوسرا عامل معاشی عدم توازن ہے جو معاشرہ کا سب سے بڑا روگ ثابت ہوتا ہے، معاشی عدم توازن سے مراد یہ ہے کہ انسانوں کا ایک مخصوص طبقہ ضرورت سے زیادہ مال و دولت کا مالک بن جاتا ہے اور اس کے مقابلے میں انسانوں کی ایک بڑی تعداد فاقے پر مجبور ہوجاتی ہے ایسی صورت میں انسانیت کے اجتماعی اخلاق بالکل برباد ہوجاتے ہیں [3]

---

[1] حجۃ اللہ البالغہ ۱ ص ۲۶۹

[2] " " " البدور البازغۃ ص ۱۱۷، ۱۱۹

[3] " " ص ۱۰۱، ۱۰۲

تیسری وجہ جرائم ہوتی ہے، اس لئے کہ جب معاشرہ میں فاسد رسم و رواج قائم ہو جاتا ہے اور معاشی ناہمواری کا قوم شکار ہو جاتی ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ قوم کی فطرت سلیمہ مسخ ہو جاتی ہے اور آخرت کے خوف سے بے پرواہ، آخرت سے بے پرواہی انسان کو جرائم پر جری بنا دیتی ہے چوری، ڈاکہ زنی، قتل و غارتگری لوگوں کے جان و مال کا عدم تحفظ عام بات ہو جاتی ہے جوا، سٹہ، شراب نوری، حرام کاری، دنگا و فساد لوگوں کی طبیعت ہو جاتی ہے قانون کا مذاق اڑایا جاتا ہے۔ اور اس کی دھجیاں اڑتی نظر آتی ہیں [۱]

تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ جب ایک آدمی اصلاح معاشرہ کے لئے کمربستہ ہوتا ہے تو اس کے خلاف تمام وہ لوگ اٹھ کھڑے ہوتے ہیں جو فساد معاشرہ کے ذمہ دار ہوتے ہیں ان لوگوں کا نقطہ اتحاد یہ ہوتا ہے کہ معاشرہ میں اصلاح نہ ہو تاکہ ان کو اپنی من مانی کرنے کی پوری آزادی ہو۔ یہ لوگ مصلح کے خلاف سازشیں کرتے ہیں اور موقع ملنے پر طاقت کا بھی استعمال کرنے سے گریز نہیں کرتے مصلح جتنا بڑا ہوتا ہے اس کے خلاف دشمنوں کی تعداد بھی وسیع اور ان کا طریقہ کا بھی مختلف النوع ہوتا ہے۔

انبیاء کرام چونکہ معاشرہ کے سب سے بڑے مصلح ہوتے ہیں اس لئے ان کو دشمنوں کا سب سے زیادہ سامنا کرنا پڑتا ہے، لیکن تمام مخالفتوں کے باوجود وہ اپنا کام اس طرح انجام دیتے ہیں کہ دنیا دنگ رہ جاتی ہے۔

اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ معاشرہ جب بالکل تباہ ہو جاتا ہے اور انسان درندہ صفت بن جاتا ہے تو اس کے لئے بہت بڑے مصلح کی ضرورت ہوتی ہے۔ قرآن کا مطالعہ اس بات کا ثبوت پیش کرتی ہے کہ جب ایسی صورتحال ہوئی تو خدا تعالیٰ نے انبیاء کرام کو مبعوث کیا ہے۔

آج سے چودہ سو سال پہلے دنیا کی جو حالت تھی اور معاشرہ انسانی جس طرح تباہ ہو چکا تھا اس کا نقشہ قرآن نے ایک جگہ ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔ ظہر الفساد فی البر والبحر بما کست

---

[۱] البدور البازغہ، ص ۱۰۱، ۱۰۲

ایدی الناس[1] (بلائیں پھیل پڑیں خشکی و تری میں لوگوں کے کرتوت سے) [2] ایک دوسری جگہ عربوں کی حالت کا نقشہ یوں بیان کیا، وکنتم علی شفا حفرۃ من النار فانقذکم منہا[3] (تم دوزخ کے گڑھے کے کنارے پر تھے سو اس نے تمھیں اس سے بچالیا) اس تباہ شدہ معاشرہ کی اصلاح کا کام کسی نبی ہی کے ذریعہ ہو سکتا تھا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے سب سے بڑے اور آخری نبی کو بھیجا تاکہ وہ معاشرہ کو صحیح خطوط پر چلانے کا کام انجام دیں۔

جب اس طرح کے بڑے معاشرے کی اصلاح مقصود ہوتی ہے تو ضروری ہے کہ مصلح کو سیاسی اقتدار بھی حاصل ہو تاکہ جہاد کے ذریعہ وہ باطل قوتوں کا بھرپور مقابلہ کرسکے شاہ ولی اللہ کہتے ہیں کہ کامل ترین شریعت اور مکمل ترین دین وہی ہے جس میں جہاد کا حکم ہو[4]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں تیرہ سال نبوت کا کام انجام دیتے رہے لیکن چونکہ یہاں آپ کو سیاسی غلبہ حاصل نہیں ہو سکا اس لئے آپ کو ہجرت کا حکم دیا گیا تاکہ مدینہ میں سیاسی قوت حاصل کرکے جہاں کی فضا اس کے لئے ہموار ہو چکی تھی، جہاد کرسکیں، سب سے پہلے جو آیت جہاد کی اجازت میں نازل ہوئی وہ یہ ہے :-

اذن للذین یقاتلون بانھم ظلموا وان اللہ علی نصرھم لقدیر[5]

**ترجمہ:-** جن لوگوں سے لوگ لڑائی کرتے ہیں ان کو اس بنا پر لڑنے کی اجازت دی گئی کہ ان پر ظلم کیا گیا اور خدا ان کی مدد پر قادر ہے۔

تفسیر ابن جریر میں ہے کہ سب سے پہلے جو آیت اس سلسلے میں نازل ہوئی وہ یہ ہے:-

قاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم ولا تعتدوا[6]

---

۱ قرآن مجید سورۃ الروم آیت ۴۱

۲ تفسیر ماجدی، ص ۸۲۲

۳ قرآن مجید سورۃ آل عمران آیت ۱۰۳

۴ حجۃ اللہ البالغہ، جلد ۲ ص ۴۵۷

۵ قرآن مجید سورۃ الحج آیت ۶

۶ ″ ″ البقرۃ ″ ۱۹۰

ترجمہ :۔ اور لڑو اللہ کی راہ میں ان سے جو تم سے لڑتے ہیں اور (ان پر بھی) زیادتی نہ کرنا ۔

اس کے علاوہ قرآن مجید میں مختلف مقامات پر آپ کو جہاد کا حکم دیا گیا ہے[1] اسلام نے جہاد کو بظاہر جو ایک ظالمانہ کام ہے اس قدر منزہ کر دیا ہے کہ وہ افضل ترین عبادت بن گئی ہے۔ اس عبادت کے جو اصول اسلام نے مقرر کئے اس کی مثال دنیا پیش کرنے سے قاصر ہے جہاد کا مقصد یہ قرار دیا کہ مظلوموں کو ظلم سے بچایئے، ظالم اور جابر، کمزور آدمیوں پر دست ستم دراز نہ کرنے پائے، ملک میں جو ہمیشہ فتنہ و فساد برپا رہتا تھا اور لوگ امن و امان سے بسر نہیں کر سکتے تھے جہاد اس غرض سے تھا کہ فساد کو امن قائم کر دے ۔ وقاتلوھم حتی لا تکون فتنۃ[2] ترجمہ (اور ان سے لڑو تاکہ فتنہ نہ رہے) جو لوگ خدا اور جزا و سزا پر اعتقاد نہیں رکھتے اور اس کی وجہ سے ان کے نزدیک ہر قسم کے ظلم و ستم جائز تھے اور ان کے نزدیک جائز و ناجائز کی کچھ تمیز نہ تھی جہاد سے ان کا زیر کرنا اور ان لوگوں کو ان کے ظلم سے بچانا مقصود قرار دیا گیا، قاتلوا الذین لا یومنون باللہ ولا بالیوم الآخر ولا یحرمون ما حرم اللہ ورسولہ[3] (ترجمہ ان لوگوں سے لڑو جو نہ خدا پر اعتقاد رکھتے ہیں، نہ قیامت پر اور جن کاموں کو خدا اور رسول نے حرام قرار دیا ہے اس کو حرام نہیں سمجھتے) ۔

جہاد میں فتح پانے کا مقصد یہ نہیں قرار دیا گیا کہ فاتح مال اور حکومت کا لطف اٹھائیں بلکہ یہ غرض قرار دی گئی کہ لوگوں کو عبادت، ریاضت اور فقراء کی دستگیری کی تلقین کریں اور اچھی اچھی باتیں پھیلائیں اور برے کاموں سے لوگوں کو روکیں، الذین ان مکنا ھم فی الارض اقاموا الصلوۃ وآتوا الزکوۃ وامروا بالمعروف ونھوا عن المنکر[4]۔ ترجمہ: وہ

---

[1] ملاحظہ ہو قرآن مثلاً البقرہ آیت ۲۴۴، النساء ۷۶، التوبہ ۱۲، ۲۹، ۳۶، ۱۲۳، الحجرات ۹، انفال ۳۹

[2] قرآن مجید سورۃ انفال آیت ۵

[3] " " التوبہ " ۴

[4] " " الحجر " ۶

لوگ کہ اگر ہم ان کو زمین پر قبضہ دیں تو وہ نماز کے پابند ہوں گے زکوۃ ادا کریں گے اچھی باتوں کا حکم دیں گے اور بری باتوں سے روکیں گے) جہاد نہ صرف حقیقت کے لحاظ سے بلکہ صورۃ بھی عبادت بنا دیا گیا ہے، مجاہدین کو تاکید تھی اور ہے کہ جنگ کے وقت بھی خدا کا نام لیتے رہیں، یٰایھا الذین آمنوا اذا لقیتم فئۃ فاثبتوا واذکروا اللہ کثیرا لعلکم تفلحون[1] مسلمان جب کسی گروہ سے مٹ بھیڑ ہو جائے تو ثابت قدم رہو اور بار بار خدا کا نام لیتے جاؤ تم کامیاب ہو گے)۔

غرض وہی جنگ جو ہر طرح کے ظلم و ستم اور جہالت و وحشت کا مجموعہ تھی اسلام نے اس کو "اعلاء کلمۃ اللہ" قیام امن، رفع مفاسد، نصرت مظلوم اور تسبیح و تہلیل کی صورت میں بدل دیا۔[2]

خدا کا کوئی حکم حکمت سے خالی نہیں ہوتا[3] جہاد چونکہ ایک دینی اور ملی فریضہ ہے اسلئے جہاد کا حکم بھی حکمت سے خالی نہیں ہے۔ کتب علیکم القتال وھو کرہ لکم وعسی ان تکرھوا شیئا وھو خیر لکم[4] (ترجمہ حکم ہوا تم پر لڑائی کا، لیکن وہ بری لگتی ہے تم کو، اور شاید تم کو بری لگے ایک چیز اور وہ بہتر ہے تم کو)۔

شاہ ولی اللہ نے جہاد کی چند مصلحتیں بیان کی ہیں۔ اول یہ کہ جہاد "تدبیر حق" نظام الہٰی" کی تعمیل اور اس کے الہام کی اتباع اور پیروی ہے۔ اس کی تکمیل کے لئے سعی کا موجب رحمت الہٰی ہے اور جہاد کو ترک کرنا لعنت خداوندی کا موجب ہے۔[5]

دوم یہ کہ جہاد ایک مشقت کا عمل ہے اس سلسلے میں مسلمانوں کو بڑی بڑی مشقتیں اٹھانا

---

[1] قرآن مجید سورۃ الانفال آیت ۶
[2] سیرۃ النبی جلد ص ۶۱۹
[3] قرآن مجید سورۃ النساء آیت ۱۱۹
[4] " " البقرہ " ۲۱۶
[5] حجۃ اللہ البالغہ ۲ ص ۳۵۱

پڑتی ہیں۔ ترک وطن کرنا پڑتا ہے اور دنیا سے تعلقات توڑ دینے پڑتے ہیں اور ان مشقتوں کو وہی اٹھا سکتے ہیں جس کے اندر اخلاص ہو، خلوص و نیک نیتی سے دین پر عمل کرتا ہو، دنیا کے مقابلے میں آخرت کو ترجیح دیتا ہو، اسے اللہ کی ذات پر کامل یقین ہو[۱]

سوم انسان کے قلب میں جہاد جیسے شاق عمل کا جذبہ اس وقت پیدا ہوتا ہے جبکہ اس کے اندر فرشتوں کے صفات پیدا ہو جائیں اور قوت بہیمیہ کی شرارتوں سے کنارہ کش ہو اور اس کے قلب میں دین الٰہی پوری طرح راسخ ہو چکا ہو اور اس بات کا اندازہ لگانے کے لئے کہ انسان اللہ کا مطیع اور فرمانبردار ہے جہاد ہی کے ذریعہ معلوم کیا جا سکتا ہے، بشرطیکہ جہاد اپنے تمام شرائط کے ساتھ کیا جائے[۲] جہاد، حدیث من قاتل لتکون کلمۃ اللہ ھی العلیا فھو فی سبیل اللہ کا پورا مصداق بن جائے۔ یعنی اس کا جہاد کرنا نہ تو شجاعت نہ بہادری کے خیال سے ہو نہ حمیت و غیرت کی بناء پر۔

چہارم یہ کہ قیامت کے دن جزا عمل ہی شکل و صورت میں متمثل ہو گی جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "جو شخص بھی اللہ کی راہ میں جہاد کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو خوب جانتا ہے کہ اس کی راہ میں کون زخمی ہوا ہے۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں زخمی ہوا ہے قیامت کے دن اس سے خون بہہ رہا ہو گا خون کا رنگ خون کا سا ہو گا اور خوشبو مشک کی خوشبو ہو گی[۳]

پنجم یہ کہ جہاد ایک ایسا پسندیدہ عمل ہے جو اللہ تعالیٰ کو بہت ہی پسند ہے اور ایک حدیث میں ہے کہ مثل المجاھد فی سبیل اللہ کمثل القانت القائم (مجاہد ایسا ہے جیسا قائم اللیل اور صائم الدہر ہوا کرتا ہے) یعنی مجاہد اپنے عمل میں حکم شرعی کے مطابق جہاد کر رہا ہے تو وہ ہر لحاظ سے ہر بات میں صائم الدہر اور قائم اللیل کے برابر ہے[۴]

---

۱؎ حجۃ اللہ البالغہ جلد ۲ ص۵۹۰

۲؎ 〃 〃 〃 〃

۳؎ 〃 〃 〃 〃

۴؎ 〃 〃 〃 〃

ششم. جہاد سے ملت کی تکمیل ہے اور دین ملت کی عظمت و شوکت قائم ہوتی ہے[1]

دنیا میں اکثر لوگوں پر ریاست و سرداری کی محبت میں رذیل خواہشات و شیطانی وساوس غالب آجاتے ہیں ان کے قلوب میں اپنے آباؤ و اجداد کی رسوم و عادات سرایت کر جاتی ہیں اس لئے وہ مفید باتوں پر کان نہیں دھرتے۔ اس قسم کے لوگوں کے حق میں صرف اثبات حجت پر کتفا کر لینا لطف و مہربانی نہیں بلکہ عین رحمت یہ ہے کہ ان پر جبر کیا جائے اور زبردستی ان کے اندر ایمان داخل کیا جائے، جس طرح کہ کڑوی دوائی پلائی جاتی ہے اور جبر و زبردستی کی شکل یہی ہے کہ جن لوگوں سے شدید و سخت ایذا پہنچتی ہے اور وہ طاقتور بھی ہوں انہیں قتل کر دیا جائے اور ان کی طاقتوں کو روند دیا جائے اور بالکل توڑ دیا جائے، ان کا مال چھین لیا جائے تاکہ وہ ہر حیثیت سے کمزور اور مجبور ہو جائیں اور کسی طرح ان میں سکت نہ رہے۔ جب ان کی حیثیت ایسی بنا دی جائے گی تو ان کے خدام ان کی ذریات تمام کی تمام برضاء و رغبت ایمان لے آئیں گے۔

انسان کے حق میں اتم اور کامل ترین لطف مہربانی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں احسان اور نیکی کی ہدایات فرمائے، ظالموں کے ظلم و جور سے روک دے، ان کی معاشیات، اقتصادیات، تدبیر منزل نظام خانہ داری، مدنی، شہری سیاست کی تنظیم و اصلاح فرمائے۔

اصلاح پانے کے بعد ایسے ہی لوگ خیر و برکت کی اشاعت کا باعث بن جاتے ہیں چنانچہ ہمارے سامنے عربوں کی مثال موجود ہے، یہ وہ قوم تھی جو دنیا کی تمام قوموں سے پیچھے تھی، ضعیفوں اور کمزوروں پر سب سے زیادہ ظلم کیا کرتے تھے ان میں باہم ہمیشہ لڑائی جھگڑا ہوتا رہتا تھا اکثر و بیشتر لوگ ایسے تھے جو حجت اور دلیل پر کبھی غور ہی نہیں کرتے تھے، کسی دلیل کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھنا بھی گوارہ نہ کرتے تھے۔ عرب کے علاوہ عجم کے دوسرے علاقوں کا بھی کم و بیش یہی حال تھا۔ چنانچہ جہاد ہی کے ذریعے پہلے عربوں کی حالت بدلی اور اس کے بعد عجم کی اور بعد میں یہی لوگ احسان و نیکی کے علمبردار بن گئے اور نہ صرف ان کے سارے کام درست ہو گئے بلکہ ان کی وجہ سے دنیا کی حالت بدل گئی، اگر جہاد کا حکم نہ ہوتا تو گویا ان کے حق میں لطف و مہربانی نہ ہوتی[2]

---

[1] حجۃ اللہ البالغہ جلد ۲ ص ۴۵۹

[2] 〃 〃 ص ۴۵۸

جہاد کا بنیادی مقصد جب یہ ٹھہرا کہ اعلاء کلمۃ اللہ ہو تو ضروری ہے کہ اس کے عاملین میں مخصوص کمالات ہوں۔ اگر مخصوص کمالات مجاہدین میں موجود نہ ہوں تو پھر وہ جہاد نہیں بلکہ ملک گیری کی جنگ ہوگی اور مقصد میں کامیابی بھی حاصل نہیں ہو سکتی ہے۔

مجاہدین میں جن صفات کا ہونا ضروری ہے وہ یہ ہیں:۔

۱۔ مقصد کی حقانیت پر یقین کامل ہونا چاہئے یعنی اس بات کا یقین ہونا چاہئے کہ اس سے مقصد اعلاء کلمۃ اللہ کے علاوہ کچھ اور نہیں ہے۔

۲۔ صبر و تحمل کا اعلیٰ نمونہ ہو

۳۔ عملی نمونہ پیش کرنا اس کی فطرت ہو۔

۴۔ وسیع النظر اور عالی ظرف ہو

۵۔ بہادر اور صاحب ہمت ہو۔

۶۔ جذبہ جہاد سے سرشار ہو

۷۔ ذہین اور پیش بین ہو

۸۔ امور جنگ سے کما حقہ واقف ہو اور اس بات کی صلاحیت ہو کہ اپنے فیصلہ کی برتری ثابت کر سکے۔

۹۔ بہترین منتظم اور معلم ہو

۱۰۔ اچھے اخلاق کا مالک ہو تاکہ اس کی اتباع کرنے میں لوگوں کو فخر ہو اور دشمن اس سے متاثر ہو۔

اسلام جس سرعت کے ساتھ پھیلا، اس کی وجہ یہی تھی کہ مجاہدین اسلام انہی صفات کے حامل تھے۔